بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

العناية فی تحقيق الأحاديث الغريبة فی الهداية– تعارف وتبصرہ

قوموں کی علمی وفکری زندگی اس پر موقوف ہے کہ ان کے یہاں تحقیق وریسرچ کا سلسلہ جاری رہے، اوراس میں ترقی اور پیش رفت ہوتی رہے جوقوم تحقیق وریسرچ کے قافلہ سے پچھڑ جاتی ہے، اس کے یہاں یہ کام موقوف ہوجاتا ہے یا کمزور پڑ جاتا ہے وہ رفتہ رفتہ جمود وتعطل کا شکار ہوجاتی ہے، اوردوسری اقوام کی دریوزہ گری کرتی ہے۔

اسلام نے علم وتحقیق، تفکر وتدبر، استدراک اور نقد کو بڑی اہمیت دی ہے اوراس کی ہرطرح حوصلہ افزائی کی ہے، مسلمانوں نے اسلامی علوم ہی نہیں بلکہ تمام مفید عصری اور انسانی علوم کوترقی دینے، انہیں آگے بڑھانے اورعلوم وفنون کے مختلف میدانوں میں تحقیق و دراسہ، استنتاج و استخراج، اختراع وایجاد کی ہمت افزائی کی ہے اورعلم کے بارے میں کتاب وسنت کے دئے ہوئے تصورات کی بنیاد پر تمام نافع علوم کی قدرشناسی اور ہمت افزائی کر کے علم وتحقیق، تصنیف وتالیف کے کاموں کوآگے بڑھایا ہے۔

بلادمغرب(یورپ وامریکہ وغیرہ)علم وتحقیق کی غیرمعمولی اہمیت اوراس کی لذت سے اسی وقت آشنا ہوسکے، جب اندلس کے راستہ سے علم وتحقیق کے بارے میں اسلامی تصورات وافکار کی روشنی یورپ کی تاریک فضاؤں پر پڑی اور بلادمغرب کے اہل علم جوعیسائیت کی غیرمعقول بندشوں کی وجہ سے علم وتحقیق کے میدان میں آگے آنے کی ہمت نہیں کررہے تھے، انہیں اندلس کے مسلم علماء محققین اور سائنس دانوں کی شاگردی اورصحبت سے اوران کے افکار سے متاثر ہوکر یہ حوصلہ ملا کہ وہ علم وتحقیق کے بارے میں لگائی گئی، مذہبی بندشوں کوتوڑکر اوراس کے لئے قربانیاں دے کر جرات وہمت کے ساتھ تحقیق وریسرچ کے میدان میں رواں دواں ہوں اورمغربی دنیا کودورظلمت سے نکال کرسائنسی اور انسانی علوم کے میدان میں سرگرم سفرکردیں۔

افسوس ناک حقیقت یہ ہے کہ اُدھر یورپ میں طویل سناٹے کے بعداندلس کے فیضان سے علم وتحقیق کا کارواں رواں دواں ہوااس نے تیزگام سفرشروع کردیااور سائنسی اورصنعتی علوم میں مغرب نے اتنی ترقی کی کہ دنیا کی سیاسی قیادت کے ساتھ علمی اورفکری قیادت بھی اپنے ہاتھوں میں لے لی۔ دوسری طرف مسلمان مختلف اسباب کی بنیاد پرسیاسی زوال کے ساتھ علمی اورفکری زوال کا بھی شکار ہوگئے اورعالم اسلام میں علم وتحقیق ریسرچ واختراعات کی جوگرم بازاری تھی وہ رفتہ رفتہ ماند پڑتے پڑتے تقریباً ختم ہوگئی اور بلادمغرب کے ایسے دریوزہ گرہوگئے کہ ان کی نگاہیں ہر میدان میں بلادمغرب کی طرح اٹھنے لگیں اورتمام معاملات میں ان کا قبلہ مغرب ہوگیا۔

سائنسی اورصنعتی علوم ہی میں نہیں، بلکہ مذہبی علوم میں بھی بحث وتحقیق استنتاج واستخراج کا سلسلہ رفتہ رفتہ بہت کمزور پڑگیا، اورعلوم وفنون کے میدان میں سناٹا نظرآنے لگا، علم کا کارواں ایک روایتی ڈھرے پر چلنے کا عادی ہوگیا، اپنے اسلاف کے سرمایہ علم کوآگے بڑھانے ان پرتحقیق و ریسرچ کرنے، ان کا تنقیدی اورتحقیقی جائزہ لینے اورمیدان علم میں ترقی کرنے کی کوشش کے بجائے ایک طرح کی علمی قناعت پسندی اورعلمی جمود کی کیفیت طاری ہوتی گئی، جس سے عالم اسلام علم وتحقیق کے میدان میں پسماندگی کا شکار ہوگیا اوراپنے اسلاف کے علمی سرمایہ کی قدردانی اوراس کی حفاظت بھی کماحقہ ہم سے نہ ہوسکی، علمی وتعلیمی ادارے قائم ہوئے، اورکچھ تعلیمی اصلاحی وتربیتی کام بھی کرتے رہے، لیکن علوم وفنون کے میدان میں حوصلہ مندی اولوالعزمی اورمہم جوئی ختم ہوگئی، جوہمارے اسلاف کا امتیاز تھااوران کی پہچان تھی، علامہ اقبال مرحوم نے بانگ درامیں اپنی نظم’’ خطاب

بہ جوانان اسلام‘ میں کتنے دردوسوز کے ساتھ اس علمی زوال کا مرثیہ لکھا ہے، وہ فرماتے ہیں:

حکومت کا تو کیا رونا کہ وہ اک عارضی شے تھی
نہیں دنیا کے آئین مسلم سے کوئی چارہ
مگر وہ علم کے موتی کتابیں اپنے آبا کی
جو دیکھا ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارہ
غنی روزسیاہ پیر کنعان را تماشا کن
کہ نور دیدہ اش روشن کند چشم زلیخارا

ہمارے بڑے دینی مدارس اور عصری جامعات نیز بلاد عربیہ کی یونیورسٹیز اور تحقیقی وتصنیفی اداروں میں علم وتحقیق کے جو کام ہو رہے ہیں، میں ان سے بالکل نا آشنا نہیں ہوں بڑی حد تک ان سے واقف رہنے کی کوشش کرتا ہوں ان میں سے بعض بڑے معیاری اور قابل قدر ہوتے ہیں خواہ مخطوطات کی تحقیق ودراسہ کا کام ہو یا علوم اسلامیہ کے مختلف اہم موضوعات پر مستقل تصنیف وتالیف کا کام، لیکن یہ واقعہ ہے کہ اکثر مقالات وابحاث سرسری اور سطحی ہوتے ہیں ان میں وہ عرق ریزی تلاش وجستجو، نقد وتجزیہ نہیں ہوتا، جس کا موضوع تقاضا کرتا ہے نہ ایم۔اے، پی۔ایچ۔ڈی کے طلبا وہ محنت کرتے ہیں جو انہیں کرنی چاہئے اور نہ مشرفین پورے طور پر رہنمائی کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔ بسا اوقات تو محض خانہ پری محسوس ہوتی ہے اگر چہ تحقیق مخطوطات سے اتنا فائدہ ضرور ہوتا ہے کہ کوئی اہم قلمی کتاب جو اب تک شائع نہیں ہوسکی تھی اشاعت کے لائق بن جاتی ہے، یا اشاعت پذیر ہو جاتی ہے اور یہ کم فائدہ نہیں ہے، اگر مخطوطے پر تحقیق کا کام صحیح طور پر نہیں کیا جا سکا تو اس کے مصنف اور کتاب پر ظلم ضرور ہو جاتا ہے، لیکن کسی نہ کسی شکل میں وہ کتاب اہل علم کے سامنے آجاتی ہے اگر وہ کوئی اہم کتاب ہوتی ہے تو دوبارہ اس پر زیادہ بہتر اور مکمل انداز میں تحقیق کا داعیہ پیدا ہو جاتا ہے، اور کوئی نہ کوئی اہم شخص اس کام کو بہتر طور پر انجام دے دیتا ہے۔

دور حاضر میں سہولت اور وسائل کی کثرت کی وجہ سے تصنیف وتالیف، تحقیق ودراسہ کا کام کافی آسان ہو گیا ہے اس لئے اسلامی علوم پر بڑی تعداد میں کتابیں شائع ہو رہی ہیں، مطبوعات کا ایک سیلاب ہے جو مختلف عوامل ومحرکات کی وجہ سے ٹھاٹھیں مار رہا ہے، اور مطبوعات کی اس کثرت میں بہت بڑی تعداد رطب ویابس قسم کی ہے، ایسی کتابیں جو معیاری ہوں، پوری علمی ریاضت ومحنت کے ساتھ لکھی گئی ہوں اور علم آموز یا فکر انگیز ہوں بہت کم سامنے آتی ہیں اور اگر ایسی کتابیں کہیں نظر آتی ہیں تو نگاہیں ان پر ٹھہر جاتی ہیں اور انہیں مطالعہ کرنے اور ان سے استفادہ کرنے کا دل چاہتا ہے اگر چہ اب پیرانہ سالی اور کثرت مصروفیات کی وجہ سے زیادہ مطالعہ کا موقع نہیں ملتا۔

اسی طرح کی ایک کتاب جو تقریباً ڈیڑھ دو سال پہلے مجھے سفرِ برطانیہ کے دوران ملی، مصنف سے ملاقات تو نہیں ہوئی لیکن انہوں نے ازراہ محبت اس کا نسخہ میرے پاس بھیجا اور یہ خواہش بھی کی کہ اس کتاب پر میں اپنی رائے تحریر کروں، وہ کتاب ہے جناب مولانا ڈاکٹر یوسف شبیر صاحب کی ’’العناية في تحقيق الأحاديث الغريبة في الهداية‘‘ جو دو جلدوں میں مکتبہ اسماعیل بریطانیا سے شائع ہوئی۔

یہ کتاب میرے پاس ایک سال سے زائد عرصے سے ہے، وقتاً فوقتاً میں دلچسپی سے اس کتاب کا مطالعہ کرتا ہوں اس سے استفادہ کرتا ہوں، کتاب پر چند عظیم شخصیات کی بلند پایہ تقریظات ہیں، جن سے کتاب کی خصوصیات اور اس کے مقام کا علم ہوتا ہے، وہ شخصیات ہیں: حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم (پاکستان)، شیخ نظام یعقوبی العباسی (بحرین) شیخ عبداللہ بن یوسف الجدیع (سعودی عربیہ)۔

کتاب کے ٹائٹل پر کتاب کا تعارف اس طرح کرایا گیا ہے کہ یہ کتاب امام مرغینانی کی کتاب ''الھدایۃ'' کی ان احادیث کی تحقیق ہے، جن پر بلند پایہ ائمۂ حدیث امام زیلعیؒ اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ مطلع نہیں ہو سکے، اسی کے ساتھ ساتھ اس کتاب میں عبد القادر قرشی، ابن الترکمانی اور ابن ابی العز کی تحقیقات بھی شامل ہیں، نیز علامہ عینی، شیخ ابن الہمام، قاسم بن قطلو بغا کے استدراکات بھی کتاب کی زینت ہیں اور تقریباً اسی (۸۰) احادیث ایسی ہیں جن پر ان بلند پایہ ائمہ نے بھی استدراک نہیں کیا ہے۔

یہ کتاب دو جلدوں پر مشتمل ہے اور مکتبہ اسماعیل برطانیہ نے بڑے اہتمام سے شائع کیا ہے، اس کی تحسین و تزئین میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے، جلد اول کے صفحات ۸۰۸ ہیں، اور جلد دوم کے صفحات ۸۱۰ ہیں، اس کتاب پر مصنف کو ڈاکٹریٹ کی ڈگری تفویض کی گئی ہے اور یہ کتاب بلاشبہ اس کی مستحق بلکہ اس سے زیادہ کی مستحق ہے، بلاشبہ یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ یہ کتاب حدیث وفقہ کے علوم کا گنجینہ ہے، مصنف نے بہت ہی تحقیق، دیدہ ریزی، بلند ہمتی اور صبر کے ساتھ تحقیق کے اعلی ترین معیار پر اس کتاب کو مرتب کیا ہے، ایسی بلند پایہ تحقیقی اور تنقیدی کتابیں خال خال نظر آتی ہیں اور ایسی کتابوں کو اپنے علمی مراجع میں شامل کرنا، اہل علم اور طلبہ کے لئے بہت نفع بخش اور کارآمد ہے۔

جس موضوع پر امام زیلعی، حافظ ابن حجر، عبد القادر قرشی، ابن الترکانی، ابن ابی العز، حافظ عینی، علامہ ابن ہمام، اور شیخ قاسم ابن قطلو بغا پوری داد تحقیق دے چکے ہوں اور اپنے اپنے نتائج بحث و تحقیق پیش کر چکے ہوں، ایسے موضوع پر دور حاضر کے ایک نوجوان عالم دین کا داد تحقیق دینا اور علوم وفنون کے سمندر میں غواصی کر کے بے شمار قیمتی درخشاں موتیاں نکال لانا بڑی ہمت اور حوصلہ کا کام ہے، خاص بات یہ ہے کہ تنقید واستدراک میں ان کا اسلوب انتہائی تواضع اور ادب کا ہے، کہیں بھی ان کے قلم سے کسی بھی شخصیت کے بارے میں ادنیٰ بے ادبی کا شبہ بھی نہیں ہوتا۔

مصنف برطانیہ کے مشہور مفتی اور محدث حضرت مولانا مفتی شبیر احمد دامت برکاتہم (بلیک برن برطانیہ) کے فرزند ارجمند ہیں، جن کے قلم سے مختلف معیاری تصانیف شائع ہو چکی ہیں، انہوں نے اپنے والد گرامی اور برطانیہ کے دوسرے علماء و مشائخ سے خوب خوب استفادہ کیا، اسی کے ساتھ ساتھ ہند و پاک کے انتہائی نامور اور محقق علماء اور مشائخ سے انہوں نے بھرپور استفادہ کی کوشش کی جس کا اندازہ زیر نظر کتاب کے مطالعہ سے بخوبی ہوتا ہے، خاص طور سے مظاہر علوم سہارنپور کے سابق شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس جونپوریؒ، جو بلاشبہ اپنے دور کے امیر المومنین فی الحدیث تھے اور علوم اسلامیہ خصوصاً حدیث اور علوم حدیث پر ان کی نگاہ بڑی محققانہ اور مبصرانہ تھی، ان سے اور ان کی تحریروں سے مصنف کتاب نے بھرپور استفادہ کیا ہے اور جگہ جگہ ان کے حوالے دئے ہیں، اسی طرح شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم سے مصنف کا بڑا گہرا رابطہ و تعلق ہے اور سفر و حضر میں مصنف کتاب ان سے کافی استفادہ کرتے رہے ہیں، اس کتاب پر حضرت مولانا محمد تقی عثمانی کی تقریظ مصنف سے ان کی غیر معمولی تعلق اور اعتماد کا پتہ دیتی ہے۔

اس کتاب کے مطالعہ سے یہ حقیقت روشن ہوتی ہے کہ کسی موضوع پر کتنا بھی کام ہو چکا ہو، اگر کوئی ذہین، حوصلہ مند اور تحقیقی اور تنقیدی مزاج رکھنے والا شخص اس وادی میں قدم رکھے اور اپنی توانائیاں صرف کرتا رہے تو نئے گوشے اور نئی دریافتیں پیش کر سکتا ہے، اور کاروان علم و تحقیق کو آگے بڑھا سکتا ہے۔

کتاب کی دونوں جلدوں میں ہدایہ کی جن احادیث پر بحث و تحقیق کی گئی ہے اور سابق ائمہ کے نتائج فکر کو پیش کرنے کے ساتھ مصنف نے اپنی رائے بھی ظاہر کی ہے، ان کی تعداد ۳۷۹ ہے، دوران تحقیق فقہ و حدیث کے بے شمار مباحث پر گفتگو آئی ہے اور جن شخصیات کی تحقیقات اور نتائج

فکر کو پیش کیا گیا ہے ان کا مختصر تعارف بھی کرایا گیا ہے، کتاب کے کچھ اہم مباحث کی اگر نشاندہی کی جائے تو اس سے بھی یہ تحریر کافی طویل ہو جائے گی، کتاب کے اخیر میں تفصیلی فہرستیں ہیں، جن میں سے ایک فہرست متفرق ابحاث وتحقیقات کی ہے، جو جلد دوم کے صفحہ ۶۴۵ سے ۶۵۴ تک پھیلی ہوئی ہے اس پر نظر ڈالنے سے کتاب کے اصل موضوع سے ہٹ کر دوسرے ابحاث وتحقیقات کی نشاندہی ہوتی ہے، اطراف حدیث وآثار کی طویل فہرست ہے اور اس کے بعد مصادر ومراجع کی بہت جامع اور مفصل فہرست ہے، مراجع کی تعداد ۸۲۲ ہے، اس سے مصنف کے کثرت مطالعہ اور تحقیق وتصنیف میں دیدہ ریزی کا اندازہ ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فاضل مصنف کی اس تحقیقی اور دستاویزی کتاب کو قبول فرمائے، اہل علم وفکر کے درمیان قبولیت سے نوازے اور مصنف کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے۔

اس غیر معمولی کتاب پر میں مصنف اور ناشر دونوں کو مبارکباد پیش کرتا ہوں، اور علوم اسلامیہ خصوصاً فقہ وحدیث سے دلچسپی رکھنے والے علماء، فضلاء اور طلبہ سے امید کرتا ہوں کہ اس کتاب سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کریں گے، اور اس کتاب کے مباحث کو زیادہ نکھارنے میں مدد دیں گے۔

عتیق احمد بستوی

استاذ حدیث وفقہ

دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۳؍ربیع الاول ۱۴۴۷ھ

۲۷؍اگست ۲۰۲۵ء